OPEN ACCESS
Al-Wābil
ISSN (Online): xxxx- xxxx
ISSN (Print): xxxx - xxxx
https://ejrss.com/index.php/wabil/index

Al-Wābil, Vol.:01, Issue: 01, Jan – June 2024
DOI: 10.53583/wabil.i1r5, PP: 49-57

معاشرتی جرائم کے محرکات اور قرآن وسنت کی روشنی میں سدباب

Motives of Social Crimes and Remedies in the Light of Quran and Sunnah

*** Sumreen Majeed**
M.Phil. Scholar, Institute of Humanities & Arts,
Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology,
Rahim Yar Khan, Pakistan.

****Dr. Muhammad Shahid Habib**
Assistant Professor, Institute of Humanities & Arts,
Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology,
Rahim Yar Khan, Pakistan.
Email: shahid.habib@kfueit.edu.pk

Abstract

In modern times, crime has become a part of everyday life and society. The excess of crime and immorality in society needs no introduction or explanation. In Islam, society is of great importance for the survival of the nation, that is why Islam has laid down the best principles for the establishment of a peaceful society. By following these principles we can make our life very safe and secure. The purpose of the subject under review is to describe the nature of increasing crimes such as polytheism, adultery, disobedience to parents, theft, robbery, drinking alcohol, etc. What are the motives of crimes? What should be the objectives of their solution? And what are their real motivations?

Keywords: *Crimes, Criminal Law, Social Life, Qur'an, Sunnah.*

تعارف جرم وتدارک جرم:

فرد سے معاشرہ اور معاشرے سے قوم بنتی ہے اور یہی قومیں کبھی عروج پاتی ہیں تو کبھی زوال کا شکار ہوتی ہے۔ کوئی بھی چیز بے وجہ نہیں ہوتی ہے سو بر بنائے ایں قوم کو اگر عروج ملا تو یقینا اس کے اسباب پیدا کیے گئے اسی طرح عروج پاتی ہوئی قوم زوال کا لقمہ بن گئی تو بالیقیں اس نے ایسے اسباب اختیار کیے جو عروج کے خلاف تھے۔ آیت کریمہ میں اسی بات کی طرف شارہ ہے کہ قوم کو جو چیز ضروری ہے وہ اس کا عروج ہے اور عروج تب ہی ہو گا جب ہم ایسے اسباب کا قیام کریں جو عروج کی راہ میں رکاوٹ نہ ہو۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ اسباب خود بخود پیدا نہیں ہوتے بلکہ انسان ہی کا موجب ہے چہ جائیکہ حقیقی موجب خدائے تعالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ''[1]

"جب تک تم کوئی قوم خود کو نہ بدلے تو اللہ بھی اس (کی تقدیر) کو نہیں بدلتا۔"

اور اسی طرح دوسری آیت کریمہ کو دیکھیں تو اس میں بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح تھے کہ قوم پر جو بھی مصیبت نازل ہوئی تو وہ اس کے اپنے ہی ایسے افعال کے صدور کی وجہ سے ہوئی جسے انسان کا اختیار کرنا اس کے حق میں بہتر نہیں تھا۔ مزید

CC BY

اس آیت میں ایک مکلّف انسان سے خطاب ہے یعنی یہ مصیبت جو تمہیں آ پہنچی یہ کسی گناہ کے سرزد ہونے کی وجہ سے ہے۔وہ گناہ جو مصیبت کے نزول میں سرزد ہوئے ہم انہیں جرم سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔اور وہ گناہ یا کہ جرم کون سے ہیں اور جرم کے اسباب یا کہ وجوہات کیا ہیں جن کی بناپر یہ صورت حال (آہ و بقا) بن آئی۔ذیل میں انہیں جرائم کے محرکات اور ان کے اسباب کو بیان کرتے ہوئے اور ان کا حل سیرت النبی ﷺ سے بیانیہ جائزہ لیتے ہیں۔

جرم کا لغوی و اصطلاحی معنی

گناہ ،خلاف قانون حرکت، قابل سزا فعل ہے۔اس کے کئی ایک اطلاقات ہے مثلا اس کا اطلاق کانٹے اور کسب ،اثم اور خطیئتہ پر بھی ہوتا ہے۔[2]

اصطلاح شرع میں جرم اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا نام ہے کہ جس سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے۔اور اگر انسان اس فعل کو کر گزرے تو شریعت اسلامیہ نے اس کے خلاف شرع فعل کرنے والے پر کوئی حد یا تعزیر مقرر کی ہو۔اب یونہی ہم نے جرم کا حکم کیا تو اس میں وہ تمام امور آ گئے جو غیر مستحسن و ناپسندیدہ ورزیلہ ہیں اور اس پر سزا صرف اس واسطے ہے کہ یہ امور جہاں فطرۃ برے ہیں وہاں یہ حق ،عدل اور صراط مستقیم کے خلاف ہیں۔مار کس بکاریہ جرم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ہر انسان اپنے ہر اچھے یا برے عمل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔جرم ایک غیر قانونی اقدام ہے۔جرم کے لیے مجرمانہ ذہنیت کا ہونا لازمی امر ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی جرم مجرمانہ نیت سے نہ کیا جائے تو وہ جرم کے دائرے میں نہیں آئے گا۔''

ذیل ہم معاشرے میں ان امور کا جائزہ لیتے ہیں جو حربہ کہلاتے ہیں اور ان کے کیا محرکات ہیں اور ان کے روک تھام کے لیے شریعت اسلامیہ کیا اقدام کرتی ہے۔

جرم کے متعلق مغربی و اسلامی تصور

جرم کی جمع جرائم ہے اور بعض جرائم ایسے ہیں کہ جن کی سزا قرآن میں ثابت ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان جرائم کی سزا مقرر نہیں کی گئی۔البتہ وہ جرائم جن کی سزا مقرر ہے انہیں ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں؛

- حدود
- قصاص
- تعزیرات

قرآن و سنت میں ان جرائم کی سزا حد کے ساتھ موجود ہے:

1. حد زنا
2. حد قذف
3. حد سرقہ
4. حد حرابہ
5. حد خمر
6. قصاص
7. قتل

8. تعزیر

ذیل میں کبائر جرائم کی تفصیلات بیان کی جارہی ہیں:

ا۔اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا[3]

جو کوئی شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کا خواہش مند ہے ،اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کا اہتمام کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں شرک وریاکاری نہ کرے۔

سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کیا جائے اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی جائے مثلا پتھر ،درخت ،سورج،چاند، شیخ ،بادشاہ یا کسی اور چیز کی ،یہی شرک اکبر ہے جس کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان باری تعالی ہے کہ:

''إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ''[4]

''بے شک اللہ تعالی شرک کرنے والوں کو نہیں بخشے گا اسکے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا۔''

جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، پھر حالت شرک میں مر گیا تو وہ قطعی جہنمی ہے۔جو ایماندار شخص حالت ایمان پر مر گیا تو وہ قطعی جنتی ہے اگرچہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے جہنم میں جائے گا۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''وَسَأَلَ رجل رَسُول الله مَا النجَاة فَقَالَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَن لَا تخادع الله قَالَ وَ كيف يُخَادع الله قَالَ أَن تعْمل عملاً أَمرك الله وَرَسُوله بِهِ وتريد بِهِ غير وَجه الله''[5]

''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! نجات کس عمل میں ہے؟آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نجات اس میں ہے کہ اللہ کو دھوکہ مت دو،اس نے کہا اللہ کو دھوکہ کیسے دیا جا سکتا ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا کسی کام کا تجھے اللہ ورسول حکم فرمائیں اور تو اس کو کرے ،مگر اللہ کے لیے نہیں ،بلکہ غیر اللہ کی خوشنودی کے لیے ،یہ اللہ تعالی کو دھوکہ دینا ہے۔''

معلوم ہوا کہ آدمی کی نجات کا ذریعہ صرف اس کے وہ اعمال ہیں جنہیں وہ محض اللہ کی خوشنودی ورضا کے لیے کرے۔اللہ تعالی کسی کو دھوکہ نہیں دیتا نہ اسے کوئی دھوکہ دے سکتا ہے۔جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو اللہ تعالی اس سے بری ہے یعنی اس عمل سے اللہ کا کوئی تعلق نہیں ہوگا نہ اس کے اس عمل کو قبول کیا جائے گا نہ اس کا اجر دیا جائے گا۔ مخلص اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپاتا ہے جس طرح برائیوں کو چھپایا جاتا ہے۔اللہ تعای ہماری ان سے حفاظت فرمائے اور اخلاص کی دولت عطا فرمائے۔

ناحق کسی کو قتل کرنا:

شرع کسی بھی عنوان سے ہونے والی انتہا پسندی اور دہشت گردی کی صراحتاً مذمت اور مخالفت کرتی ہے اور اسے کلیتًا مسترد کرتی ہے۔اِسلام نہ صرف مسلمانوں بلکہ بلا تفریقِ مذہب، رنگ و نسل اِنسانوں کے قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔اِسلام میں کسی اِنسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو پوری اِنسانیت کا خون بہانے کے مترادف قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حرمت و تکریم اِنسانیت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا''[6]

''اور جو کوئی جان بوجھ کر قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور وہ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

ایک شخص کے خلاف قتل کا یہ جرم پوری انسانیت کے خلاف جرم ہے، کیونکہ کوئی شخص قتلِ ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے، جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے، تو وہ کسی اور کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا، اور اس طرح پوری انسانیت اس کی مجرمانہ ذہنیت کی زد میں رہے گی، نیز جب اس ذہنیت کا چلن عام ہو جائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ گناہوں کو تو امید ہے کہ اللہ تعالی معاف فرمادے سوائے ان کے کہ کوئی آدمی حالت کفر پر مر جائے یا اس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا ہو۔ اگر اس پر حد جاری کی گئی یا اس نے سچی توبہ کر لی تو اور بات ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''إِذَا التَقَى المسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمقْتُولُ فِي النَّارِ»، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا القَاتِلُ فَمَا بَالُ المقْتُولِ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ''[7]

''جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! قاتل کا انجام جہنم ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔''

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور قاتل کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ایک طویل عرصہ تک رہے گا، اللہ تعالی اس پر اپنا غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ تعالیٰ نے قاتل کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے، لہٰذا ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ قتل جیسے کبیرہ گناہ سے ہمیشہ بچے، حتیٰ کہ کسی بھی درجہ میں قتل کی معاونت سے بچنا بھی ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات ایک شخص کے قتل سے اس کے خاندان کے مختلف افراد کی زندگیاں مصیبت اور پریشانیوں میں گزر جاتی ہیں، جس کا سبب یہ قاتل بنتا ہے۔

والدین کی نافرمانی کرنا:

اسلام میں ماں باپ کا بہت بلند مقام ہے، انہیں ڈانٹنے، جھڑکنے بلکہ اف بھی کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اولاد پر والدین کے بے پناہ احسانات ہوتے ہیں۔ مادر رحم سے لیکر وفات تک شفقت مادری اور نصرت پدری ملتی ہے۔ ان کے احسانات کی کوئی گنتی وشمار ہے، نہ ہی کوئی ان کا بدلہ چکا سکتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا بھی شرعاً ضروری ہے، ان کی نافرمانی اور ان کی ایذارسانی سخت حرام اور کبیرہ گناہ ہے، قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی خدمت کی بڑی تاکید آئی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

''أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ''[8]

''میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا بھی کیونکہ تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

اسی لئے اللہ نے والدین کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کا حکم دیا تو یہ اولاد کے لئے فرائض میں شامل ہے، اس میں کوتاہی کرنے والا والدین کا نافرمان اور گناہ کبیرہ کا مرتکب شمار ہوگا۔ اللہ تعالی نے اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی کی اطاعت کے بعد اہم ترین فریضہ والدین کی اطاعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ رَأَيْت لَيْلَة أسرِي بِي أَقْوَامًا فِي النَّار معلقين فِي جُذُوع من نَار

فَقلت يَا جِبْرِيل من هَؤُلَاءِ قَالَ الَّذين يشتمون آبَاءَهُم وأمهاتهم فِي الدُّنْيَا''[9]

''میں نے معراج میں ایک قوم کو دیکھا کہ چہروں کے بل جہنم کی آگ میں پڑے ہوئے تھے، میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے والدین کی نافرمانی کرتے تھے۔''

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی نافرمانی اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے، ایسے گناہگار کو اللہ دنیا میں سخت سزا دیتا ہے تاکہ ماں باپ بھی نافرمان اولاد کی سزا دیکھ لے جنھوں نے اس کی پرورش کے لئے رحم و کرم کا بازو بچھا دیا تھا اور جب اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا، خود کمانے کھانے لگا تو اب ماں باپ کے سارے احسانات بھلا کر نافرمانی اور انہیں تکلیف دینے پر اتر آیا۔

بدکاری کا ارتکاب:

بدکاری سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔اسلام میں یہ کبیرہ گناہ ہے اور دنیا و آخرت میں سخت ہلاکت کا سبب ہے۔ بدکاری دنیا کی اکثر قوموں کے نزدیک قبیح عمل اور قابلِ سزا جرم و گناہ ہے۔قرآن پاک میں فرمان ہے:

''وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً''[10]

''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بڑی بے حیائی ہے۔''

زنا کرنا تو بہت بُری اور بڑی بات ہے۔ زناکاری کرتے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ اس کے بعد توبہ کرلیتا ہے تو اس کا نورِ ایمان پھر اس کو مل جاتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ حدیث مبارک میں ہے:

''مَنْ زَنَى وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيصَ مِنْ رَأْسِهِ''[11]

''جب آدمی زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے ایمان کو اس طرح نکال لیتا ہے کہ جس طرح آدمی اپنے جسم سے کرتا اتارتا ہے۔''

قرآن و حدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوا کہ زنا آدمی کو جہنم میں لے جاتا ہے اور زنا کی سزا بھی مقرر کی ہے۔ دنیا میں زناکاری کی یہ سزا ہے کہ زناکار مرد و عورت اگر کنوارے ہوں تو بادشاہِ اسلام ان کو مجمعِ عام میں ایک سو درے لگوائے اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو انہیں مجمع عام کے سامنے سنگسار کرادے۔ شیاطین کو ایک ہزار بدکار مردوں سے زیادہ ایک بدکار عورت پسند ہے۔اللہ پاک کے غضب سے بچنے اور رضا پانے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے برے فعل سے بچا جائے۔اللہ تعالی ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمائے۔

سود کھانا:

سود کی حرمت قرآن و حدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً''[12]

''اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔''

سود کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ مال میں نقصان، بے برکتی، اور ناگہانی آفات کا باعث ہوتا ہے۔ حدیث مبارک میں سود کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي، لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَنَظَرْتُ فَوْقَ – قَالَ عَفَّانُ: فَوْقِي – فَإِذَا أَنَا بِرَعْدٍ وَبَرْقٍ وَصَوَاعِقَ "، قَالَ: " فَأَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ، قُلْتُ:

مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا''[13]

''شب معراج میں آسمانوں پر چڑھ رہا تھا تو میں نے ساتویں آسمان میں سر پر بجلی و کڑک کی آوازیں سنیں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ جو اپنے پیٹ تھامے ہوئے ہیں ان کے پیٹ اس قدر بڑے تھے بمثل گھر کے، اس میں بچھو اور سانپ تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے، میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ سود خور ہیں۔''

سود کی حرمت قرآن و حدیث میں واضح طور سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے سود کھانے والوں کے لیے قیامت کے دن بڑی ذلت و رسوائی رکھی ہے۔ سود کو مختلف حیلوں سے حلال بنا کر کھانے والے قیامت کے دن کتوں اور خنزیروں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

یتیم کا مال ظلماً کھانا:

یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔ قرآنِ پاک میں نہایت شدت کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس میں بھی پرواہ نہیں کرتے۔ قرآن پاک میں ہے:

''إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا''[14]

''بے شک جو لوگ یتیم کا مال زبردستی کھا رہے ہیں وہ در حقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم رسید ہوں گے۔''

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ یتیم کا مال کھانا ناجائز و حرام اور گناہ ہے اور جن جن لوگوں نے ایسا کیا ہے انہیں چاہیے کہ توبہ استغفار کریں اور یتیموں کو ان کے مال واپس کر دیں۔ حدیث میں ہے:

''وَقَالَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من مسح رَأس يَتِيم لَا يمسحه إِلَّا لله كَانَ لَهُ بِكُل شَعْرَة مرت عَلَيْهَا يَده حَسَنَة''[15]

''اگر کوئی شخص کسی یتیم بچہ کے سر پر نہایت اخلاص کے ساتھ ہاتھ پھیرے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئے اتنی نیکیاں للہ تعالی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔''

قرآن و حدیث کی روشنی سے معلوم ہوا کہ یتیم کے حقوق پر اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں مختلف مواقع پر یتیم کا ذکر کیا گیا ہے جن میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، اُن کے اموال کی حفاظت اور اُن کی نگہداشت کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اور اُن پر ظلم و زیادتی کرنے والے، ان کے حقوق و مال غصب کرنے والے کے لیے دردناک عذاب ہے۔

شراب پینا:

شراب نوشی اور جوا یہ سب شیطانی کام ہیں۔ اس حوالے سے ارشادِ باری ہے:

''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ''[16]

''اے ایمان والو! شراب، جوا اور بت خانے تو محض گندے اور شیطانی کام ہیں، تو ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شراب پینا حرام ہے، جس نے شراب پی وہ جنت کی پاکیزہ شراب سے محروم کر دیا جائے گا۔ شراب کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''أَتَانِي جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ يَا مُحَمَّد إِن الله لعن الْخمر وعاصرها ومعتصرها وبائعها ومبتاعها وشاربها وآكل ثمنهَا وحاملها والمحمولة إِلَيْهِ وساقيها ومستقيها''[17]

''میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے شراب پر اور اس کے پینے والے، پلانے والے، بنانے والے، بنوانے والے، خریدنے والے، بیچنے والے، اٹھانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

قرآن اور حدیث میں واضح طور پر فرمایا کہ اگرچہ شراب اور جوئے میں بظاہر کچھ فائدہ ہے، لیکن ان کا گناہ اور نقصان ان کے فائدہ سے شدید تر ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے اور یہی عقل ہی انسان کو تمام برائیوں اور افعال شنیعہ سے بچاتی ہے۔ جس نے شراب پی تو اللہ تعالی چالیس دن اس کے نہ تو فرائض کو قبول کرے گا، نہ نوافل کو، اور اس کی کوئی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

چوری کرنا:

اسلام میں چوری کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ عربی زبان میں چور کے لیے سارق کا لفظ وارد ہوا۔ آخرت میں سخت عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی کافی سخت سزا سنائی گئی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ''[18]

''چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالو، بطور ان کی کمائی کے بدلے کے یہ سزا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑا غالب اور دانا ہے۔''

جب شہادت، گواہوں یا اُس کے اقرار سے چوری ثابت ہو جائے تو اُس پر حد جاری کرنے میں کسی قسم کی تاخیر جائز نہیں نہ اُسے قید میں رکھا جائے، نہ کسی قسم کا فدیہ لے کر اُسے چھوڑا جائے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها''[19]

''اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہی وجہ ہے کہ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت کے ہاتھ کاٹ دیے گئے۔

ڈاکہ ڈالنا اور رہزنی کرنا:

طاقت کے زور پر ڈرا دھمکا کر، ہتھیار دکھا کر کسی کا مال لے لینا ڈاکہ ڈالنا ہے، عقل و شرع کی نظر میں یہ ظلم کی قبیح صورت ہے، جس میں کئی قباحتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ پر امن یا راستے چلتے لوگوں کو ڈرانا اور خوفزدہ کرنا، ڈرانے دھمکانے کے لیے ہتھیار دکھانا، مارنا پیٹنا، لوگوں کا مال لوٹ لینا بلکہ بسا اوقات معاملہ خون بہانے اور قتل تک پہنچ جاتا ہے۔ مذکورہ خرابیوں میں سے ہر خرابی حرام اور گناہ عظیم ہے، چہ جائے کہ یہ ساری خرابیاں کسی کام میں جمع ہو جائیں، اسی لیے اللہ تعالی نے دنیا و آخرت میں اس کی سزا بہت سخت رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

''إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ''[20]

''بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دے دی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا زمین سے دور کر دیئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

مذکورہ آیت میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ سے مراد علماء نے عموما راہزنی اور ڈکیتی لیا ہے۔ جس کی سزا میں چار چیزوں کا ذکر ہے:

- ○ اگر کوئی شخص ایسے موقعہ پر صرف قتل کرتا ہے اور مال نہیں لوٹتا تو اسے قتل کر دیا جائے۔
- ○ اگر قتل کرتا ہے اور مال بھی چھینتا ہے تو اسے سولی پر لٹکا دیا جائے۔
- ○ اگر قتل نہیں کرتا، صرف ڈرا دھمکا کر یا مار پیٹ کر مال لے لیتا ہے تو اس کے پیر مختلف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں جیسے دایاں ہاتھ اور بایاں پیر۔
- ○ اگر مذکورہ کوئی بھی عمل نہیں کرتا یا نہیں کر پاتا اور گرفتار ہو جاتا ہے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔

آیت مبارکہ اور اس کے ذیل میں کی گئی تشریحات میں راہزن اور ڈاکو کو بھی باغی اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ راستوں پر قبضہ کرکے لوگوں کو پریشان کرتا ہے۔ دہشت گردی، فساد انگیزی کی ایسی شکل ہے، جس کی وجہ سے لوگ اذیت کی موت سے دوچار ہوتے ہیں اور بہت سے خوف اور نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو پورے معاشرے کو خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دہشت گرد غلط اور بے بنیاد عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ان کے یہ جملہ اقدامات فتنے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فتنہ گر دہشت گردوں کو انسانیت کا قاتل بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے۔

خاتمہ بحث:

جدید دور میں جرائم روزمرہ کی زندگی میں معمول اور معاشرے کا حصہ بن چکے ہیں۔ معاشرے میں جرائم اور بے حیائی کی زیادتی کسی تعارف یا وضاحت کی محتاج نہیں۔ اسلام میں ملت کی بقا کے لیے معاشرہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسی لیے اسلام نے ایک پرامن معاشرے کے قیام کے لیے بہترین اصول وضع کیے ہیں۔ ان اصولوں پر عمل کرکے ہم اپنی زندگی کو بہت اچھے طریقے سے محفوظ اور محفوظ بنا سکتے ہیں۔ زیرِ نظر موضوع کا مقاصد میں بڑھتے ہوئے جرائم مثلاً شرک، بدکاری، والدین کی نافرمانی، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی وغیرہ کی نوعیت کو بیان کرنا، ان کے تدارک میں قرآن وسنت سے راہنمائی لینا، نیز اس امر کا جواب دینا کہ بڑھتے ہوئے جرائم کے محرکات، ان کے حل کے مقاصد کو بیان کرنا تھا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

[1] الرعد:11

[2] وحیدالزمان کیرانوی، القاموس الوحید، مادہ اثم، مکتبہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۱۰ء۔

[3] الکھف:110

[4] النساء:48

5

[6] النساء:93

7

[8] القمان:14

9

[10] بنی اسرائیل:32

11

[12] آل عمران:130

13

[14] النساء:10

15

[16] المائدہ:90

17

[18] المائدہ:38

19

[20] المائدہ:33